اسلام میں تعلیمِ نسواں
اور موجودہ مخلوط نظامِ تعلیم (پہلی قسط)

مولانا نایاب حسن قاسمی
شیخ الہندؒ اکیڈمی، دارالعلوم دیوبند

اسلام میں علم کی اہمیت

بلاشبہ علم انسان کو شرافت وکرامت اور دارین کی سعادت سے بہرہ مند کرنے کا ایک خدائی ذریعہ، دیگر بے شمار مخلوقاتِ خداوندی سے اُسے ممیّز کرنے کی ساحرانہ کلید اور ربّ الارباب کی طرف سے عطا کردہ خلقی اور فطری برتری میں چار چاند لگانے کا اہم سبب ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مقصدِ تخلیقِ انسانی تک رسائی علم ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ نیز علم ہی کی یہ دولت انسان نے سنگلاخ وادیوں، چٹیل میدانوں اور زمینوں کو مرغزاری عطا کی ہے، سمندر کی تہوں سے لاتعداد معدنیات کے بے انتہا ذخائر نکالے ہیں اور آسمان کی بے پایاں وسعتوں کو چیر کر تحقیق واکتشاف کے نت نئے پرچم لہرائے ہیں، بلکہ مختصر تعبیر میں کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں رونما ہونے والے تمام تر محیّر العقول کارنامے علم ہی کے شرمندۂ احسان ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بھی اپنے ظہور کے اول دن ہی پیغمبرِ اسلام پر ''اِقْــرَأْ'' کے خدائی حکم کے القاء کے ذریعہ جہالت اور لاعلمی کی گھٹاٹوپ تاریکیوں میں دہشت بہ داماں کھڑی ہوئی انسانیت کے قلوب میں علم کی عظمت واہمیت کو جاگزیں کیا اور خدائے لایزال کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو دیئے گئے عظیم الشان علمی معجزے ''قرآنِ مقدس'' میں بار بار علم کے ذکر، اہلِ علم اور علم سے ناآشنا لوگوں کے درمیان فرق کے بیان اور جگہ جگہ حصولِ علم کی ترغیب وتشویق کے ذریعے اس کی قدر ومنزلت کو اور سِوا کردیا، چنانچہ ''**المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم**'' کے مطابق قرآن کریم میں علم کا ذکر اسّی بار اور علم سے مشتق شدہ الفاظ کا ذکر سیکڑوں دفعہ آیا ہے، اسی طرح عقل کی جگہ ''أَلْبَاب'' (جمع لُبّ) کا تذکرہ سولہ دفعہ اور ''نُهٰــى'' (جمع نهية) کا تذکرہ دو بار آیا ہے، پھر ''عقل'' کے مصدر سے نکلے ہوئے الفاظ اٹھارہ جگہ اور ''فقہ'' سے نکلنے والے الفاظ اکیس مرتبہ مذکور ہوئے ہیں۔ لفظ ''حکمت'' کا ذکر بیس دفعہ اور ''برہان'' کا تذکرہ سات دفعہ ہوا ہے، علم وفکر سے متعلق صیغے مثلاً: ''دیکھو''''غور کرو'' وغیرہ، یہ سب ان پر مستزاد ہیں۔

قرآن کریم کے بعد اسلام میں سب سے مستند، معتبر اور معتمد علیہ لٹریچر (LITERATURE) احادیثِ نبویہ کا وہ عظیم الشان ذخیرہ ہے، جسے امت کے باکمال جیالوں نے اپنے اپنے عہد میں انتہائی دقتِ نظری، دیدہ ریزی اور جگر کاری کے ساتھ اکٹھا کرنے کا ناقابلِ فراموش کارنامہ انجام دیا ہے۔ جب ہم اس عظیم الشان ذخیرے کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ہمیں قدم قدم پر نبوی زبانِ مقدس علم کی فضیلت، حاملینِ علم کی فضیلت اور اس کے حصول کی تحریص وتحریض میں سرگرم نظر آتی ہے، چنانچہ تقریباً تمام کتبِ حدیث میں علم سے متعلق احادیث کو علیحدہ ابواب قائم کرکے بیان کرنے سے خصوصی اعتنا برتا گیا ہے۔

مُشتے نمونہ از خروارے

چنانچہ امام بخاریؒ کی صحیح میں ابوابِ وحی وایمان کے بعد ''کتاب العلم'' کے عنوان کے تحت ابواب میں حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانیؒ کے بہ قول چھیاسی مرفوع حدیثیں (مکررات کو وضع کرکے) اور بائیس آثارِ صحابہؓ وتابعینؒ ہیں، اسی طرح صحاحِ ستہ کی دیگر کتب اور ''موطا مالک'' میں بھی علم کا علیحدہ اور مستقل باب ہے۔ ''مسند امام احمد بن حنبلؒ'' کی ترتیب سے متعلق کتاب ''الفتح الربانی'' میں علم سے متعلق اکیاسی احادیث ہیں۔ حافظ نورالدین ہیثمیؒ کی ''مجمع الزوائد'' میں علم کے موضوع پر احادیث بیاسی صفحات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ''مستدرک حاکم'' میں علم سے متعلق حدیثیں چوالیس صفحات میں ہیں۔ مشہور ناقدِ حدیث اور جلیل القدر محدث حافظ منذریؒ کی ''الترغیب والترہیب'' میں علم کے تعلق سے چودہ احادیث ہیں اور علامہ محمد بن سلیمانؒ کی ''جمع الزوائد'' میں صرف علم کے حوالے سے ایک سو چوّن حدیثیں بیان کی گئی ہیں۔

اسلام میں تعلیمِ اناث کی اہمیت

یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی بھی قوم کو مجموعی طور پر دین سے روشناس کرانے، تہذیب وثقافت سے بہرہ ور کرنے اور خصائلِ فاضلہ وشمائلِ جمیلہ سے محلّٰی ومزین کرنے میں اس قوم کی خواتین کا اہم، بلکہ مرکزی اور اساسی کردار ہوتا ہے اور قوم کے نونہالوں کی صحیح اُٹھان اور صالح نشو ونما میں ان کی ماؤں کا اہم رول ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ مہدِ مادر بچے کی اولین تربیت گاہ ہوتی ہے، اس لئے شروع ہی سے اسلام نے جس طرح مردوں کے لئے تعلیم کی تمام تر راہیں روا رکھی ہیں، ان کو ہر قسم کے مفید علم کے حصول کی نہ صرف آزادی دی ہے، بلکہ اس پر ان کی حوصلہ افزائی بھی کی ہے، جس کے نتیجے میں قرنِ اول سے لے کر تا حال ایک سے بڑھ کر ایک کج کلاہِ علم وفن اور تاجورِ فکر وتحقیق پیدا ہوتے رہے اور زمانہ ان کے علومِ بے پناہ کی ضیا پاشیوں سے مستنیر ومستفیض ہوتا رہا۔ بالکل اسی طرح اس دینِ حنیف نے خواتین کو بھی تمدنی، معاشرتی اور مِلکی حقوق کے بہ تمام وکمال عطا کرنے کے ساتھ ساتھ تعلیمی حقوق بھی اس کی صنف کا لحاظ کرتے ہوئے مکمل طور پر دیئے، چنانچہ ہر دور میں مردوں کے شانہ بہ شانہ دخترانِ اسلام میں ایسی باکمال خواتین بھی جنم لیتی

رہیں، جنہوں نے اطاعت گزار بیٹی، وفاشعار بیوی اور سراپا شفقت بہن کا کردار نبھانے کے ساتھ ساتھ دنیا میں اپنے علم وفضل کا ڈنکا بجایا اور ان کے دم سے تحقیق وتدقیق کے لاتعداد خرمن آباد ہوئے۔

خواتین کی تعلیم سے متعلق روایات

ا:...... نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے:

"ثلاثة لهم أجران :رجل من أهل الكتاب آمن بنبيه، وآمن بمحمد، والعبد المملوك إذا أدى حق الله ،وحق مواليه ،ورجل له أمة ،فأدبها فأحسن تأديبها، وعلمها، فأحسن تعليمها، ثم أعتقها، فتزوجها، فله أجران". (۱)

اس حدیث کے آخری جزء کی شرح میں ملاعلی قاریؒ لکھتے ہیں کہ: ''یہ حکم صرف باندی کے لئے نہیں ہے، بلکہ اپنی اولاد اور عام لڑکیوں کے لئے بھی یہی حکم ہے''۔ (۲)

۲:...... ایک صحابیہ حضرت شفاء بنت عدویہؓ تعلیم یافتہ خاتون تھیں، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: ''تم نے جس طرح حفصہؓ کو ''نملہ'' (پھوڑے) کا رقیہ سکھایا ہے، اسی طرح لکھنا بھی سکھا دو''۔

۳:...... نبی پاک ﷺ خود بھی عورتوں کی تعلیم کا اہتمام فرماتے تھے، اور ان کی خواہش پر آپ ﷺ نے باضابطہ ان کے لئے ایک دن مقرر کر دیا تھا، حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے:

"قالت النساء للنبي ﷺ :"غلبنا عليك الرجال ، فاجعل لنا يوما من نفسك ، فوعدهن يوما لقيهن فيه، فوعظهن ، وأمرهن ". (۳)

۴:...... حضرت اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہؓ بڑی متدین اور سمجھدار خاتون تھیں۔ اُنہیں ایک دفعہ عورتوں نے اپنی طرف سے ترجمان بنا کر آپ ﷺ کے پاس بھیجا کہ آپ ﷺ سے دریافت کریں کہ: ''اللہ نے آپ ﷺ کو مرد وعورت ہر دو کی رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا ہے، چنانچہ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی اتباع کی، مگر ہم عورتیں پردہ نشیں ہیں، گھروں میں رہنا ہوتا ہے، ہم حتی الوسع اپنے مردوں کی ہر خواہش پوری کرتی ہیں، ان کی اولاد کی پرورش وپرداخت ہمارے ذمے ہوتی ہے، ادھر مرد مسجدوں میں باجماعت نماز ادا کرتے ہیں، جہاد میں شریک ہوتے ہیں، جس کی بنا پر انہیں بہت زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے، لیکن ہم عورتیں ان کے زمانۂ غیبوبت میں ان کے اموال واولاد کی حفاظت کرتی ہیں۔ اللہ کے رسول! کیا ان صورتوں میں ہم بھی اجروثواب میں مردوں کی ہمسر ہوسکتی ہیں؟'' آپ ﷺ نے حضرت اسماءؓ کی بصیرت افروز تقریر سن کر صحابہؓ کی طرف رخ کیا اور ان سے پوچھا: ''اسماءؓ سے پہلے تم نے دین کے متعلق کسی عورت سے اتنا عمدہ سوال سنا ہے؟'' صحابہؓ نے نفی میں جواب دیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت اسماءؓ سے فرمایا کہ: ''جاؤ اور ان عورتوں سے کہہ دو کہ: **''إن حسن تبعل إحداكن لزوجها ، وطلبها مرضاته، واتباعها موافقته ، تعدل ذلك كله ''**۔ (۴) آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے یہ عظیم خوش خبری سن کر حضرت اسماءؓ کا دل

بلیوں اچھلنے لگا اور تکبیر و تہلیل کہتی ہوئیں واپس گئیں اور دیگر عورتوں کو بھی جا کر سنایا۔

تاریخ اسلامی کی ان چند جھلکیوں سے یہ خوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں عورتوں کے اندر حصولِ علم کے تئیں کس قدر شوق اور جذبہ بے پایاں پایا جاتا تھا اور آپ ﷺ بھی ان کے شوقِ طلب اور ذوقِ جستجو کی قدر کرتے ہوئے ان کی تعلیم و تربیت کا کتنا اہتمام فرماتے تھے۔

تعلیم و تربیت کے عمومی ماحول کا اثر

تعلیم و تربیت کے اسی عمومی ماحول کا اثر ہے کہ جماعتِ صحابیاتؓ میں بلند پایہ اہل علم خواتین کے ذکرِ جمیل سے آج تاریخِ اسلام کا ورق ورق درخشاں و تاباں ہے، چنانچہ یہ امر محقق ہے کہ امہات المؤمنینؓ میں حضرت عائشہؓ وحضرت ام سلمہؓ فقہ وحدیث وتفسیر میں رتبۂ بلند رکھنے کے ساتھ ساتھ تحقیق و درایت کے میدان کی بھی شہ سوار تھیں۔ (۵) حضرت ام سلمہؓ کی صاحبزادی زینب بنت ابوسلمہؓ جو آپ ﷺ کی پروردہ تھیں، ان کے بارے میں تاریخ کا بیان ہے کہ:

''كانت أفقه نساء أهل زمانها'' (۶)

حضرت ام الدرداء الکبریٰؓ اعلیٰ درجے کی فقیہ اور عالمہ صحابیہ تھیں۔ (۷)

حضرت سمرہ بنت نہیک اسدیہؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''وہ زبردست عالمہ تھیں، عمر دراز پائی، بازاروں میں جا کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرتی تھیں اور لوگوں کو ان کی بے راہ روی پر کوڑوں سے مارتی تھیں''۔ (۸)

پھر یہ زریں سلسلہ دورِ صحابیاتؓ تک ہی محدود نہیں رہا، بلکہ تابعیاتؒ اور بعد کی خواتین کے زمانوں میں بھی ہمیں اس طبقے میں بڑی بڑی عالمہ، زاہدہ اور امت کی محسنہ و باکمال خواتین ملتی ہیں، چنانچہ مشہور تابعی، حدیث اور فنِ تعبیر الرؤیا کے مستند امام حضرت محمد بن سیرینؒ کی بہن حفصہؒ نے صرف بارہ سال کی عمر میں قرآن کریم کو معنی و مفہوم کے ساتھ حفظ کرلیا تھا۔ (۹) یہ فنِ تجوید و قراءت میں مقامِ امامت کو پہنچی ہوئی تھیں، چنانچہ حضرت ابن سیرینؒ کو جب تجوید کے کسی مسئلے میں شبہ ہوتا، تو شاگردوں کو اپنی بہن سے رجوع کرنے کا مشورہ دیتے۔ (۱۰)

نفیسہ جو حسن بن زید بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب کی صاحبزادی اور حضرت اسحاق بن جعفرؒ کی اہلیہ تھیں، انہیں تفسیر وحدیث کے علاوہ دیگر علوم میں بھی درک حاصل تھا۔ ان کے علم سے خواتین کے ساتھ ساتھ مردوں کی بھی معتد بہ تعداد نے سیرابی حاصل کی، ان کا لقب ''نفيسة العلم والمعرفة'' پڑ گیا تھا، حضرت امام شافعیؒ جیسے رفیع القدر اہلِ علم دینی مسائل پر ان سے تبادلۂ خیال کرتے تھے۔ (۱۱)

اُف....! یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم

مذکورہ حقائق سے یہ بات تو الم نشرح ہوجاتی ہے کہ اسلام جس طرح صنفِ لطیف کو دیگر حقوق

بخشنے میں بالکل عادلانہ، بلکہ فیاضانہ مزاج رکھتا ہے، ویسے ہی اس کے تعلیمی حقوق کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے، بلکہ عملی سطح پر انہیں عطا کرنے کا بھی حد سے زیادہ اہتمام کرتا ہے۔

لیکن جہاں تک بات ہے خواتین کے موجودہ نظامِ تعلیم کی جسے (Co-Education) سے یاد کیا جاتا ہے، جو مغرب سے درآمد (import) کردہ ہے اور جو دراصل مغرب کی فکرِ گستاخ کا عکاس، خاتونِ مشرق کو لیلائے مغرب کی طرح ہوس پیشہ نگاہوں کی لذت اندوزی کا سامان بنانے کی ہمہ گیر اور گھناؤنی سازش اور اس کی چادرِ عصمت وعفت کو تار تار کرنے کی شیطانی چال ہے۔ اس کی مذہبِ اسلام تو کبھی بھی حوصلہ افزائی نہیں کرسکتا، نیز عقلِ دانا بھی اس سے پناہ مانگتی ہوئی نظر آتی ہے۔

مخلوط تعلیم ...... ایک ہمہ گیر جائزہ

مخلوط تعلیم کے حوالے سے دو پہلو نہایت ہی توجہ اور انتہائی سنجیدگی سے غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں:

۱:...... یہ کہ لڑکوں اور لڑکیوں کا نصابِ تعلیم ایک ہونا چاہئے یا جداگانہ؟

۲:...... لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم ایک ساتھ ہونی چاہئے یا الگ الگ؟

جہاں تک نصابِ تعلیم کی بات ہے، تو اگرچہ کچھ امور ایسے ہیں، جو دونوں کے مابین مشترک ہیں اور ان کا نصاب لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے یکساں رکھا جاسکتا ہے، مثلاً: زبان وادب، تاریخ، معلوماتِ عامہ (General knowledge) جغرافیہ، ریاضی، جنرل سائنس اور سماجی علوم (Socialscience) وغیرہ، لیکن کچھ مضامین ایسے ہیں جن میں لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان فرق کرنا ہوگا، مثلاً: انجینئرنگ کے بہت سے شعبے، عسکری تعلیم، اور ٹیکنیکل تعلیم، کیوں کہ ان کی لڑکیوں کو قطعاً ضرورت نہیں۔ البتہ میڈیکل تعلیم کا اچھا خاصا حصہ خواتین سے متعلق ہے، اس لئے ''امراضِ نسواں'' زمانے سے طب کا مستقل موضوع رہا ہے، یہ لڑکیوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اسی طرح لڑکیوں کی تعلیم میں امورِ خانہ داری کی تربیت بھی شامل ہونی چاہئے، کہ یہ ان کی معاشرتی زندگی میں انتہائی اہمیت رکھتی ہے۔ سلائی، کڑھائی، پکوان کے مختلف اصول اور بچوں کی پرورش کے طریقے بھی ان کے نصابِ تعلیم کا حصہ ہونے چاہئیں، ان سے نہ صرف لڑکیاں گھریلو زندگی میں بہتر طور پر متوقع رول ادا کرسکتی ہیں، بلکہ ازدواجی زندگی کی خوش گواری، اہلِ خاندان کی ہر دل عزیزی اور مشکل اور غیر متوقع صورتِ حال میں اپنی کفالت کے لئے یہ آج بھی بہترین وسائل ہیں۔ ساتھ ہی لڑکیوں کے لئے ان کے حسبِ حال آدابِ معاشرت کی تعلیم بھی ضروری ہے، کیوں کہ ایک لڑکی اگر بہترین ماں اور فرماں بردار بیوی نہ بن سکے تو سماج کو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے (جیسا کہ ذکر ہوا) عورتوں کی تذکیر کے لئے علیحدہ دن مقرر فرمادیا تھا، جس میں عورتیں جمع ہوتیں اور آپ ﷺ انہیں ان کے حسبِ حال نصیحت فرماتے، چنانچہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''خواتین کی دل بہلائی کا بہترین مشغلہ سوت کاتنا ہے''،(۱۲) کیوں کہ سوت کاتنا اس زمانے میں ایک گھریلو صنعت تھی، بلکہ آج سے نصف صدی پیشتر تک بھی بہت سے گھرانوں کا گزرانِ معیشت اسی پر تھا۔

غور کیجئے کہ جب قدرت نے مردوں اور عورتوں میں تخلیقی اعتبار سے فرق رکھا ہے، اعضاء کی ساخت میں فرق، رنگ وروپ میں فرق، قوائے جسمانی میں فرق، مزاج و مذاق، حتیٰ کہ دونوں کی پسند اور ناپسند میں بھی تفاوت ہے، پھر اسی طرح افزائشِ نسل اور اولاد کی تربیت میں بھی دونوں کے کردار مختلف ہیں، تو یہ کیوں کر ممکن ہوسکتا ہے کہ معاشرے میں دونوں کے فرائض اور ذمہ داریاں بھی الگ الگ نہ ہوں؟ اور جب دونوں کی ذمہ داریاں علیحدہ ٹھہریں، تو ضروری ہے کہ اسی نسبت سے دونوں کے تعلیمی و تربیتی مضامین بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔ اگر تعلیمی نصاب میں دونوں کے فطری اختلاف کو ملحوظ نہ رکھا جائے اور تعلیم کے تمام شعبوں میں دونوں صنفوں کو ایک ہی قسم کے مضامین پڑھائے جائیں، تو جہاں یہ طریقۂ تعلیم انسانی معاشرے پر منفی اثر ڈالے گا، وہیں خود عورت کے عورت پن کے رخصت ہونے کا بھی انتہائی منحوس سبب ہوگا، لہٰذا صنفِ نازک کی فطری نزاکت کے لئے یہی زیب دیتا ہے کہ وہ وہی علوم حاصل کرے، جو اُسے زمرۂ نسواں ہی میں رکھیں اور اس کے فطری تشخص کی محافظت کریں، نہ کہ وہ ایسے علوم کی دل دادہ ہوجائے، جو اُسے زن سے نازن بنادیں۔

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَلَاتَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰہُ بِہٖ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوْا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْماً“. (۱۳)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک دوسرے کو جو (فطری) برتری عطا فرمائی ہے، اس کی تمنا مت کرو! مردوں کے لئے ان کے اعمال میں حصہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال میں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل وکرم مانگتے رہو، بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے“۔

یہ آیت دراصل معاشرتی زندگی کے آداب کے حوالے سے آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، اس میں یہ حقیقت سمجھائی گئی ہے کہ اللہ نے انسانی سماج کو اختلاف اور رنگارنگی پر پیدا کیا ہے، کسی بات میں مردوں کو فوقیت حاصل ہے، تو کسی معاملے میں وہ عورتوں کے تعاون کا دستِ نگر ہے۔ قدرت نے جو کام جس کے سپرد کیا ہے، اس کے لئے وہی بہتر اور اسی کو بجالانا اس کی خوش بختی ہے، کیوں کہ خالق سے بڑھ کر کوئی اور مخلوق کی ضرورت اور فطرت وصلاحیت سے واقف نہیں ہوسکتا۔ یہ مغربی ہوس کاروں کی خود غرضی اور دناءت ہے کہ انہوں نے عورتوں سے ”حقِ مادری“ بھی وصول کیا اور ”فرائضِ پدری“ کے ادا کرنے پر بھی ان بے چاریوں کو مجبور کیا، پھر جب انہوں نے اپنی ذمہ داری کا بوجھ عورتوں پر لادنے کی ٹھان لی، تو ایسا نظامِ تعلیم وضع کیا، جس میں عورتوں کو مرد بنانے کی پوری صلاحیت موجود ہو۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے خوب ارشاد فرمایا کہ: ”تین افراد ایسے ہیں، جو کبھی جنت میں داخل نہ ہوں گے“ اور ان تینوں میں سے ایک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”الرجلة من النساء“ (۱۴) یعنی ”عورتوں میں سے مرد“۔ دریافت کیا گیا: ”عورتوں میں سے مرد سے کون لوگ مراد

ہیں؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ عورتیں، جو مردوں کی مماثلت اختیار کریں'' جیسا کہ بخاری کی روایت ہے: ''والمتشبهات من النساء بالرجال''۔(۱۵) علماء نے ایسی عورتوں کو جو مردوں والی تعلیم وتربیت اختیار کرتی اور پھر عملی زندگی میں مردوں کی ہم صف ہونا چاہتی ہیں، اسی وعید کا مصداق قرار دیا ہے۔

فرنگی نظامِ تعلیم پر اقبالؒ اور اکبرؒ کی تشویش

بیسویں صدی کے عظیم مفکر وفلسفی، سوزِ دروں سے سرشار، اسرارِ خودی ورموزِ بےخودی کو واشگاف کرنے والے اور تاحیات حجازی لے میں نغمۂ ہندی گنگنانے والے شاعرِ اسلام، جو خود عصری تعلیم گاہ کے پرداختہ تھے اور مغربی نظامِ تعلیم کا انتہائی قریب سے اور عمیق مطالعہ کیا تھا، انہیں عورتوں کے حوالے سے مغرب کے پرفریب نعروں پر، جن کی صدائے بازگشت اسی وقت مشرق میں بھی سنی جانے لگی تھی، کافی بےچینی اور اضطراب تھا۔ ان کی نظر میں ان نعروں کا اصل مقصد یہ تھا کہ مشرقی خاتون کو بھی یورپی عورتوں کی طرح بےحیائی وعصمت باختگی پر مجبور کردیا جائے اور مسلم قوم بھی مجموعی طور پر عیش کوشی وعریانیت کی بھینٹ چڑھ جائے اور مسلمانوں کی روایتی خصوصیات شجاعت ومردانگی، حمیت وایثار، مروت اور خداترسی مدہوشی کی حالت میں دم توڑ جائیں، تاکہ وہ یورپ کی غلامی کے شکنجے سے کبھی بھی رہائی نہ پاسکیں، اس لئے انہوں نے اپنی مثنوی ''اسرار ورموز''، ''جاوید نامہ''، ''ارمغانِ حجاز'' اور ''ضربِ کلیم'' میں متعدد مقامات پر مخلوط سوسائٹی اور مخلوط طریقۂ تعلیم کے تئیں انتہائی نفرت وبیزاری کا اظہار کیا ہے، چنانچہ ''ضربِ کلیم'' میں کہتے ہیں:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن
ہے عشق ومحبت کے لئے علم وہنر موت

اور تہذیبِ مغرب نے جس طرح عورت کو اس کے گھر سے زبردستی اٹھا کر بچوں سے دور کارگاہوں اور دفتروں میں لا بٹھایا ہے، اس پر ''خردمندانِ مغرب'' کو اقبال یوں شرمندہ کرتے ہیں ۔

کوئی پوچھے حکیمِ یورپ سے
ہند و یوناں ہیں جس کے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال
مرد بےکار زن تہی آغوش

مغربی تعلیمِ نسواں کے حامی مشرق کے مستغربین کی روش پر اقبالؒ اپنے کرب وبےچینی کا اظہار یوں کرتے ہیں: ''معاشرتی اصلاح کے نوجوان مبلغ یہ سمجھتے ہیں کہ مغربی تعلیم کے چند جرعے مسلم خواتین کے تنِ مردہ میں نئی جان ڈال دیں گے اور اپنی ردائے کہنہ کو پارہ پارہ کردے گی، شاید یہ بات

درست ہو، لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اپنے آپ کو برہنہ پاکر انہیں ایک مرتبہ پھر اپنا جسم ان نوجوان مبلغین کی نگاہوں سے چھپانا پڑے گا''۔ (۱۶)

بہ قول فقیر سید وحیدالدین:

''اقبالؒ زن ومرد کی ترقی، نشو ونما اور تعلیم وتربیت کے لئے جداگانہ میدانِ عمل کے قائل تھے، کہ اللہ نے جسمانی طور پر بھی دونوں کو مختلف بنایا ہے اور فرائض کے اعتبار سے بھی، چنانچہ موصوفِ محترم عورتوں کے لئے ان کی طبعی ضروریات کے مطابق الگ نظامِ تعلیم اور الگ نصاب چاہتے ہیں''۔ (۱۷)

''شذرات'' میں لکھتے ہیں:

''تعلیم بھی دیگر امور کی طرح قومی ضرورت کے تابع ہوتی ہے۔ ہمارے مقاصد کے پیشِ نظر مسلمان بچیوں کے لئے مذہبی تعلیم بالکل کافی ہے۔ ایسے تمام مضامین، جن میں عورت کو نسوانیت اور دین سے محروم کردینے کا میلان پایا جائے، احتیاط کے ساتھ تعلیمِ نسواں سے خارج کردیئے جائیں''۔ (۱۸)

اسی سلسلہ میں ''ملفوظاتِ اقبالؒ'' میں ان کا یہ قول ہے:

''مسلمانوں نے دنیا کو دکھانے کے لئے دنیوی تعلیم حاصل کرنا چاہی، لیکن نہ دنیا حاصل کرسکے اور نہ دین سنبھال سکے۔ یہی حال آج مسلم خواتین کا ہے، جو دنیوی تعلیم حاصل کرنے کے شوق میں دین بھی کھورہی ہیں''۔ (۱۹)

دراصل اقبالؒ کے نزدیک امتِ مسلمہ کے لئے قابلِ تقلید نمونہ نبی اکرم ﷺ اور ان کے صحابہؓ کا اسوہ ہے، چنانچہ اسی نسبت سے وہ خواتین کو تلقین کرتے ہیں کہ وہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی پیروی کریں اور اپنی آغوش میں ایسے نونہالوں کی پرورش کریں، جو بڑے ہوکر شبیر صفت ثابت ہوں، ''رموزِ بےخودی'' میں فرماتے ہیں:

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوۂ کامل بتول

اور ارمغانِ حجاز میں خواتین کو یوں نصیحت کرتے ہیں:

اگر پندے زِ درویشے پذیری
ہزار امت بمیرد تو نہ میری
بتولے باش وپنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

ترجمہ: ''ایک درویش کی نصیحت کو آویزۂ گوش بنالو، تو ہزار قومیں ختم ہوسکتی ہیں، لیکن تم نہیں ختم ہوسکتیں۔ وہ نصیحت یہ ہے کہ بتول بن کر زمانے کی نگاہوں سے

اوجھل ہو جاؤ (پردہ نشین ہو جاؤ) تاکہ تم اپنی آغوش میں ایک شبیر کو پال سکو‘۔

دوسرے لسان العصر حضرت اکبرالہ آبادیؒ ہیں، اقبالؒ کی طرح وہ بھی عصری تعلیم سے باخبر ہیں اورانہی کی طرح ان کی بھی ساری فکری توانائی اور شاعرانہ صلاحیت وقوت کی تان تہذیبِ فرنگ کو لتاڑنے اوراس کی زیاں کاریوں سے خبردار کرنے پر ہی ٹوٹتی ہے۔ ان کی شاعری پوری تحریکِ مغربیت کے خلاف ردِّعمل ہے، ان کی شاعری بھی اقبالؒ کی طرح اول سے لے کر آخر تک اسی مادیتِ فرنگی کا جواب ہے اوران کی ترکش کا ایک ایک تیر اسی نشانے پر لگتا ہے۔بس دونوں میں فرق یہ ہے کہ اقبالؒ بہ راہِ راست تیشہ سنبھال کر تہذیبِ نو کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کے درپے نظر آتے ہیں، جب کہ حضرتِ اکبرؒ طنز کی پھلجھڑیوں کو واسطہ بنا کر مغرب کے مسموم افکار وخیالات پر پھبتیاں کستے ہیں۔

مغربی نظامِ تعلیم بھی حضرت اکبرؒ کا خاص موضوع تھا اوراس کی طرف خواتین کے روز افزوں بڑھتے ہوئے رجحانات سے بھی وہ بہت ملول اورکبیدہ خاطر تھے، چنانچہ ایک جگہ مغرب کی طرف سے اٹھنے والی تعلیمِ نسواں کی تحریک اور بے پردگی کو لازم وملزوم بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

مجلسِ نسواں میں دیکھو عزتِ تعلیم کو
پردہ اٹھا چاہتا ہے علم کی تعظیم کو

مشرق میں بہترین عورت کا تخیل یہ ہے کہ وہ شروع سے نیک سیرت، بااخلاق اورہنس مکھ رہے وہ جب بات کرے تو اس کے منھ سے پھول جھڑیں، وہ دینی تعلیم حاصل کرے اورخانہ داری کے طور طریقے سیکھے کہ آگے چل کراس کو گھر کی ملکہ بننا ہے۔بچپن میں والدین کی اطاعت اورشادی کے بعد شوہر کی رضامندی کو پروانۂ جنت خیال کرے، تاکہ خانگی شیرازہ اس کی ذات سے بندھا رہے، خاندان کی مسرتیں اس کے دم سے قائم رہیں اور وہ صحیح معنی میں ”گھر کی ملکہ“ ثابت ہو۔اس کے برخلاف فرنگیوں کے یہاں عزت کا معیار بدلا ہوا ہے، وہ عورت ہی کیا؟ جس کے حسنِ گفتار،حسنِ رفتار،حسنِ صورت، زیب وزینت، خوش لباسی، گلے بازی اوررقاصی کے چرچے سوسائٹی میں عام نہ ہوں، اخبارات میں اس کے فوٹو شائع ہوں، زبانوں پر جب اس کا نام آئے تو کام ودہن لذت اندوز ہوں، اس کا جلوہ آنکھوں میں چمک پیدا کردے، اوراس کا تصور دلوں میں بے انتہا شوق۔بہترین عورت وہ نہیں، جو بہترین بیوی اور بہترین ماں ہو، بلکہ وہ ہے جس کی ذات دوست احباب کی خوش وقتیوں کا دل چسپ ترین ذریعہ ہو اورایسی ہو کہ اس کی رعنائی ودل ربائی کے نقش ثبت ہوں کلب کے درودیوار پر، پارس کے سبزے زار پر، ہوٹلوں کے کوچ اورصوفوں پر، ”ہمارے“ اور ”ان کے“ تخیل کے اس بُعد المشرقین کواقلیمِ لفظ ومعنی کا یہ تاجدار دومصرعوں میں جس جامعیت اور بلاغت کے ساتھ بیان کرجاتا ہے، یہ اسی کا حصہ تھا:

حامدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بے گانہ تھی
اب ہے شمعِ انجمن پہلے چراغِ خانہ تھی

’’چمکی‘‘ میں وہ بلاغت ہے کہ سننے والا لوٹ لوٹ جائے اور یہ ’’چمک‘‘ مخصوص ہے ’’نئی روشنی‘‘ کی چمنیوں کے ساتھ۔

حسن وناز کی دنیا میں قابلِ داد وتحسین اب تک کم سخنی، کم گوئی اور بے زبانی تھی۔ مشرقی شوہر ’’چاندسی دلہن‘‘ اس لئے بیاہ کر لاتا تھا کہ وہ اسے اپنے گھر کا چراغ بنادے اور تخیل ’’خانہ آبادی‘‘ کا غالب رہتا، مگر مغربی نظامِ تعلیم کی دَین کہ محفل کے طور ہی کچھ اور ہوگئے، نقشہ بالکل ہی بدل گیا۔ اب تو ٹھاٹھ بزم آرائیوں کے جمے ہوئے، حجاب کی جگہ بے حجابی، سکوت کی جگہ طوفانِ تکلم، مستوری کی جگہ نمائش، عاشق بے چارہ اس کایاپلٹ پر دنگ، حیران، گم صم، کل تک جو نقشِ تصویر تھا، وہ آج گراموفون کی طرح مسلسل وقفِ تکلم:

خامشی سے نہ تعلق ہے نہ تمکین کا ذوق
اب حسینوں میں بھی پاتا ہوں ’’اسپیچ‘‘ کا شوق
شانِ سابق سے یہ مایوس ہوئے جاتے ہیں
بت جو تھے دیر میں ناقوس ہوئے جاتے ہیں

اکبرؒ کے اسی مرقع کا ایک اور منظر۔

اعزاز بڑھ گیا ہے آرام گھٹ گیا ہے
خدمت میں ہے وہ لیزی اور ناچنے کو ریڈی
تعلیم کی خرابی سے ہوگئی بالآخر
شوہر پرست بیوی پبلک پسند لیڈی

ایک دوسری جگہ اس مرقع میں آب ورنگ ذرا اور زیادہ بھر دیتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے:

اک پیر نے تہذیب سے لڑکے کو سنوارا
اِک پیر نے تعلیم سے لڑکی کو سنوارا
کچھ جوڑ تو ان میں کے ہوئے ہال میں رقصاں
باقی جو تھے گھر ان کا تھا افلاس کا مارا
بیرا وہ بنا کمپ میں یہ بن گئیں آیا
بی بی نہ رہیں جب تو میاں پن بھی سدھارا
دونوں جو کبھی ملتے ہیں گاتے ہیں یہ مصرعہ
’’آغاز سے بد تر ہے سرانجام ہمارا‘‘

یہ خیال نہ گزرے کہ اکبرؒ سرے سے تعلیم نسواں کی مخالفت کرتے تھے اور لڑکیوں کو بالکل ہی ناخواندہ رکھنے کے حامی تھے، وہ تعلیمِ نسواں کے حامی تھے، لیکن تعلیم تعلیم میں بھی تو زمین وآسمان کا فرق ہے، وہ اس تعلیم کی تائید میں تھے، جو رابعہ بصریہؒ نہ سہی دورِ مغلیہ کی جہاں آراء بیگم ہی کے نمونے پیدا کرے، نہ کہ اس تعلیم کی، جو زینت ہوا پر ہاؤس اور پکچر پیلس کی، اس تعلیم کو وہ رحمت نہیں، خدا کا قہر سمجھتے تھے، جس پر

بنیادیں تعمیر ہوں ہالی ووڈ اور بالی ووڈ کی، وہ آرزومند تھے، اس نظامِ تعلیم کے، جو مہربان مائیں، وفا سرشت بیویاں اور اطاعت شعار لڑکیاں پیدا کرے، نہ کہ اس کے جو تھیٹر میں ایکٹری اور برہنہ رقاصی کے کمالات کی طرف لے جائے۔ وہ ملک میں حوریں پیدا کرنا چاہتے تھے کہ دنیا جنت نظیر بن جائے، وہ پریوں کے مشتاق نہ تھے کہ ملک ''راجہ اندر'' کا اکھاڑا ہو کر رہ جائے، ان کا قول تھا کہ:

دو شوہر واطفال کی خاطر اُسے تعلیم
قوم کے واسطے تعلیم نہ دو عورت کو

مزید توضیح ملاحظہ ہو:

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر
خاتونِ خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہوں
ذی علم ومتقی ہوں، جو ہوں ان کے منتظم
استاذ ایسے ہوں مگر ''استاد جی'' نہ ہوں

''استاذ'' اور ''استاد'' کے لطیف فرق کو جس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ بس انہی کا حصہ ہے، استاذ تو دینی واخلاقی تعلیم وتربیت دینے والے کو کہتے ہیں، جبکہ استاد جی اربابِ نشاط کو تعلیم دینے والے کو کہتے ہیں۔

ایک اور طویل نظم میں لڑکیوں کی تعلیم کے حوالے سے اپنا پورا مسلک وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے، چند اشعار نظر نواز ہوں:

تعلیم عورتوں کو بھی دینی ضرور ہے
لڑکی جو بے پڑھی ہے وہ بے شعور ہے
ایسی معاشرت میں سراسر فتور ہے
اور اس میں والدین کا بے شک قصور ہے
لیکن ضرور ہے کہ مناسب ہو تربیت
جس سے برادری میں بڑھے قدر ومنزلت
آزادیاں مزاج میں آئیں نہ تمکنت
ہو وہ طریق جس میں ہو نیکی ومصلحت
ہر چند وہ علمِ ضروری کہ عالمہ
شوہر کی ہو مرید تو بچوں کی خادمہ
عصیاں سے محترز ہو خدا سے ڈرا کرے
اور حسنِ عاقبت کی ہمیشہ دعا کرے

آگے حساب کتاب، نوشت وخواند، اصولِ حفظانِ صحت، کھانا پکانے اور کپڑے سینے وغیرہ کو درسِ نسوانی کا لازمی نصاب بتا کر فرماتے ہیں:

داتا نے دھن دیا ہے تو دل سے غنی رہو
پڑھ لکھ کے اپنے گھر کی دیوی بنی رہو
مشرق کی چال ڈھال کا معمول اور ہے
مغرب کے نازو رقص کا اسکول اور ہے
دنیامیں لذتیں ہیں نمائش ہے شان ہے
ان کی طلب میں حرص میں سارا جہان ہے
اکبر سے یہ سنو! کہ یہ اس کا بیان ہے
دنیا کی زندگی فقط اک امتحان ہے
حد سے جو بڑھ گیا تو ہے اس کا عمل خراب
آج اس کا خوش نما ہے مگر ہوگا کل خراب (۲۰)

حوالہ جات

۱:......صحیح بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل امتہ واہلہ، ج:۱ص:۲۰،صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا الخ، ج:۱ص:۸۶۔

۲:......مرقات، ملاعلی قاریؒ، ج:۱،ص:۹۷۔

۳:......صحیح بخاری، کتاب العلم، باب ہل یجعل للنساء یوما علی حدۃ فی العلم ج:۱،ص:۵۷۔

۴:......شعب الایمان للبیہقی، ج:۶،ص:۴۲۰۔

۵:......الاستیعاب، ابن عبدالبرؒ، ج:۲،ص:۲۶۷۔

۶:......الاستیعاب، ابن عبدالبر، ج:۲،ص:۵۶۷۔

۷:......تہذیب التہذیب، ابن حجر عسقلانیؒ ج:۱۱،ص:۴۰۹۔

۸:......الاستیعاب، ابن عبدالبرؒ، ج:۲،ص:۶۰۷۔

۹:......تہذیب التہذیب، ابن حجر عسقلانیؒ، ج:۱۱،ص:۴۰۹۔

۱۰:......صفۃ الصفوہ، ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزیؒ، ج:۴،ص:۱۶۔

۱۱:......تاریخِ اسلام کی چارسو باکمال خواتین، طالب الہاشمی،ص:۱۲۲-۱۲۳۔

۱۲:......کنزل العمال، باب الہو واللعب والغنی، حدیث:۴۰۶۱۱۔

۱۳:......سورۂ نساء آیت:۳۲۔

۱۴:......مجمع الزوائد، نورالدین ہثیمیؒ، ج:۴،ص:۳۲۷۔

۱۵:......صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبہین بالنساء والمتشبہات بالرجال، ج:۲،ص:۸۷۴۔

۱۶:......شذراتِ فکرِ اقبال، علامہ اقبالؒ،ص:۱۴۸۔

۱۷:......روزگارِ فقیر، ج:۱،ص:۱۶۶۔

۱۸:......ص:۸۵۔

۱۹:......ص:۲۰۸۔

۲۰:......اکبرنامہ، عبدالماجد دریابادیؒ،ص:۱۰۵-۱۰۷/اور ۱۱۰-۱۱۳/ملخصاً۔

(جاری ہے)